دیوبند میں علم کی پہلی درسگاہ

عہدِ عالمگیری کے دو پروانے

از جناب سید محبوب حسن صاحب رضوی دیوبندی

گیارہویں صدی ہجری کے اوائل سے دیوبند میں سادات کا ایک خاندان آباد ہے اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ کا نام ہے سید محمد ابراہیم (قدس اللہ سرہٗ) دیوبند اور اس کے اطراف و جوانب میں دعوت و تبلیغ کا سب سے پہلا کام اسی بزرگ ہستی کی ذات سے انجام پذیر ہوا۔ اور متعدد قومیں ان کے ہاتھ پر شرفِ اسلام سے بہرہ اندوز ہوئیں۔

دعوت و تبلیغ کے علاوہ تعلیم و تدریس اور تذکیر و تزکیہ کا سلسلہ بھی خاصے اچھے پیمانہ پر جاری تھا۔ دین کی اُن خدمات سے جو محض حسبۃً للہ انجام دی جاری تھیں۔ دہلی کی حکومت بھی بے خبر نہ تھی۔ چنانچہ اس نے متعدد مرتبہ مختلف اوقات میں سید صاحب کے اخلاف کو وظائف اور جاگیریں عنایت کیں۔ عطایا کا سلسلہ جہانگیر سے شروع ہو کر محمد شاہ اور نواب نجیب الدولہ پر ختم ہوتا ہے۔

سید صاحبؒ کے خاندان میں مرورِ زمانہ سے اس وقت کے فرامین اور کاغذات اکثر و بیشتر تو تلف ہو گئے ہیں۔ کچھ البتہ باقی ہیں۔ ان ہی میں عہدِ عالمگیری کے دو پروانے ہیں جن کے ذریعہ سے دیوبند کی تعلیمی تاریخ میں ایک جدید باب کا انکشاف ہوتا ہے۔

عام خیال یہ ہے کہ دیوبند میں علمِ دین کا چرچا دارالعلوم کے قیام ۱۲۸۳ھ سے وابستہ ہے لیکن عہدِ عالمگیری کے ان پروانوں سے جو ذیل میں درج ہیں پتہ چلتا ہے کہ یہاں اس زمانہ کی

عام روش کے مطابق خانقاہ میں تزکیہ وتذکیر کے ساتھ ساتھ تعلیم وتدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا پروانہ میں مرقوم ہے کہ :۔

"دریں ولا شیخ وجیہہ الدین کہ بصلاح وتقویٰ آراستہ لیاقت تمام دارد، بجائے پدر خود در خانقاہ بتدریس وتذکیر باجماعت طالب علمان وفقراء وصوفیان مشغول ست"

دیوبند میں علم کی غالباً یہ اولین شمع تھی جس کو گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں حضرت الحاج سید محمد ابراہیم قدس اللہ سرہٗ کے مبارک ہاتھوں نے روشن کیا تھا۔ مشہور روایت ہے کہ حضرت سید احمد شہید قدس اللہ سرہٗ ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے تو فرمایا کہ "یہاں سے علم کی بو آتی ہے" سید شہیدؒ کے اس مقولہ کو دارالعلوم کی نسبت بطور مکاشفہ و پیش گوئی کے سمجھا جاتا ہے۔ لیکن راقم السطور کا خیال ہے کہ جس "بو" کو سید شہیدؒ نے محسوس فرمایا تھا وہ اسی گلدستۂ علم کی بو تھی جو سید شہیدؒ کے قریبی زمانہ تک موجود تھا۔

عہدِ عالمگیری کے پروانے

عہدِ عالم گیری کے جن دو پروانوں کا اوپر ذکر آیا ہے وہ سید وجیہہ الدین اور سید محمد صابرین سید محمد عارف رحمۃ اللہ علیہم سے متعلق ہیں، ان کی نقل ذیل میں درج ہے :۔

"متصدیانِ مہماتِ حال و استقبال پرگنہ دیوبند بدانند کہ چوں موازی دوصد و ہفتاد و یک[۲۷۱] بگیہ ۱۲ بسوہ زمین بگزاہی منجملہ پانصد بگیہ بموجب اسناد حکام و بموجب پروانہ مہرابی جانب باسم غفران پناہ معارف آگاہ سید محمد عارفؒ ولد مغفرت پناہ بندگی حضرت سید محمد اسمٰعیلؒ از قدیم الایام بجہت خرچ خانقاہ از پرگنہ مذکور مقرر است۔ معارف آگاہ سید محمد عارف مرحوم ودیعت حیات سپرد دریں ولا شیخ وجیہہ الدین پسران غفران پناہ کہ بصلاح وتقویٰ آراستہ لیاقت تمام دارد بجائے پدر خود در خانقاہ بتدریس وتذکیر باجماعت طالب علمان و

فقرار وصوفیان مشغول است وخرج خانقاہ فی سبیل اللہ مصروفست بنا برآں تصدق فرق مبارک بندگان حضرت سلیمان منزلت خدیو زمین وزماں باعث امن وامان۔

موازی مسطور بدستور سابق از محل قدیم باسم پسر غفران پناہ مذکور بموجب خمس شرط قبض وتصرف آں مقرر ومسلم داشتہ شد کہ حاصلات آں را فصل بفصل وسال بسال صرف معیشت طالب علماں وفقرار وصوفیاں خانقاہ خود نمودہ بدعا رگوئی دوام دولت ابد اشتغال می نمودہ باشد۔ تحریر فی التاریخ ہفدہم شہر شوال المکرم سنہ ۲۶ جلوس والا“

یہ پروانہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ میں غضنفر خاں صوبیدار شاہجہاں آباد کی مُہر خاص سے ۲۷ شوال المکرم سنہ ۲۶ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۳ھ میں جاری ہوا؟ اس کے بعد ذیل کا یہ دوسرا پروانہ دوسرے صوبیدار محمد عرب بن محمد خسرو کی مہر سے ۱۱ شعبان المعظم سنہ ۳۰ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۷ھ میں صادر ہوا۔

”متصدیان حال واستقبال پرگنہ دیوبند بدانند کہ چوں موازی دو صد وبست و ہشت بیگہ یازدہ بسوہ زمین بگز آلہی باسم سیادت پناہ سید محمد عارف ولد غفران پناہ حضرت بندگی سید محمد اسمٰعیل کہ منجملہ پانصد بیگہ زمین بموجب سند جاگیرداران پیشین از موضع مہتولی در وجہ مدد معاش شیخ محمد صابر وغیرہ پسران غفران پناہ مذکور از قدیم الایام بجہت اخراجات خانقاہ مذکور مقرر است، سید محمد عارف ودیعت حیات سپرد دریں ولا دو پسر بجائے پدر خود خانقاہ بتدریس وتذکیر یا جماعت طالب علماں فقرار وصوفیاں مشغول اند وخرج خانقاہ فی سبیل اللہ مصروف است بنابرآں حسب الحکم خان عالیشان وتصدق فرق مبارک بندگان حضرت سلیمان منزلت خدیو زمین وزمان باعث امن وامان۔

موازی مسطور بدستور سابق از محل قدیم باسم پسران غفران پناہ مذکور مطابق
خمس شرط قبض وتصرف آنہا مقرر ومسلم داشتہ شد کہ حاصلات آں از فصل
بفصل وسال بسال صرف معیشت طالب علمان وفقراء وصوفیان وخودہا
نمودہ بدعا گوئے دوام دولت ابد اشتغال می نمودہ باشند۔ بتاریخ یازدہم
شعبان المعظم سنہ ۳۰ جلوس والا۔"

پروانوں کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ "عطائے معافیات" کا مقصد صرف
ان حضرات کو وسائلِ معاش سے مطمئن کرنا نہ تھا بلکہ اس کا اصل مصرف طلبائے علوم دینیہ
اور طالبانِ طریقت کے طعام وقیام کے مصارف تھے۔ اس زمانہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جو لوگ
توکل علی اللہ علم اور دین کی خدمات محض لوجہ اللہ انجام دیتے تھے حکومتِ وقت وظائف
اور معافیات کے ذریعہ ان کو مالی امداد بہم پہنچاتی تھی۔

اس کا افسوس ہے کہ ہمارے پاس آج کوئی ایسا ذریعہ موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہوسکتا
کہ خانقاہ میں طلباء اور صوفیا کی کس قدر تعداد مقیم رہتی تھی۔ اور کتنے لوگوں نے اس سے ظاہری
اور باطنی استفادہ حاصل کیا۔ البتہ ایک تحریر سے اس قدر سراغ ضرور ملتا ہے۔ کہ خانقاہ
سے متعلق ایک کتب خانہ بھی تھا۔ جس میں کتابوں کا بہترین ذخیرہ موجود تھا۔ خانقاہ کی
آتش زدگی میں یہ ذخیرہ بھی برباد ہوگیا۔

سکھوں کی آتش زدگی اور خانقاہ کی تباہی

بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں خانقاہ اور اس کا تمام نظام درہم برہم
ہوگیا۔ کیونکر ہوا؟ یہ داستان ایک نہایت دل خراش اور ہولناک حادثہ
پر مشتمل ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۱۸۹ھ (بعہد شاہ عالم) میں سکھوں نے قزاقانہ طور پر دیوبند
کو تاخت وتاراج کیا۔ لوٹ مار کے دوران میں جن لوگوں نے کچھ بھی مزاحمت کی۔ سکھوں نے
ان باکرداں کے مکانوں کو لوٹ کر آگ لگا دی، اور دیوبند کے متعدد محلوں کو جلا کر خاکستر کردیا۔
خانقاہ نشینوں کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا۔ اس کی کیفیت ایک درخواست سے معلوم ہوتی ہے

جو زعمائے خانقاہ کی جانب سے مغصوبہ آراضی کی واگزاری کے سلسلہ میں ۱۲۱۸ھ / ۱۸۳۹ء میں جبکہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ سہارنپور کی عدالت کلکٹری میں پیش کی گئی تھی۔ اس واقعہ کو پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چونکہ مرورِ ایام کے سبب سے یہ واقعہ خود دیوبند کی تاریخ میں بھی عام طور پر بھلایا جا چکا ہے، بنابریں اس موقع پر درخواست کی نقل پیش کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ درخواست میں مرقوم ہے:-

"سوال می کنند و شہادتِ حق می خواہند اضعف العباد مسمیان حافظ مقبول عالم و جانِ عالم و علی بخش و کریم الدین و بدرالدین و غلام حسن و ملا الٰہی بخش و سراج الدین و نجابت علی ساکنون قصبہ دیوبند از سادات عظام و مشائخ کرام و قانون گویان راسخ الکلام و زمینداران وغیرہ سائر سکنہ جمہور انام پرگنہ مرقوم بر این معنی کہ احوال حادثات تاخت و تاراج و غارت گری و سوختگی قصبہ مسکنِ ماسائیلون از زیادتی تعدی زمرۂ سکھان بر مان از شوامت قسمت مسکن ماسائیلون کرۂ بعد اولیٰ و مرۂ بعد اخریٰ بر جمیع صغار و کبار این دیار ہویدا و آشکار خصوصاً این دفع اُخری کہ بتاریخ نہم شہر ربیع الاول ۱۱۸۹ھ کھنیگ سنگھ و مادھو سنگھ و جیت سنگھ و تارا سنگھ و صاحب سنگھ کھنڈا وغیرہ بجمعیت یک لکھ سوار و پیادہ از مقام قصبہ اندری[1] کہ تخمیناً مفاصلہ چہل گروہ[2] خواہد بود شباشب باختہ محاصرہ مسکین ماسائیلون شدہ بغارتے و سوختگی اماکن و مساکن ماسائیلون

---

[1] اندری کا محل وقوع ماورائے جمن پنجاب کے ضلع کرنال میں ہے اب اس کی حیثیت محض گاؤں کی ہے۔

[2] گروہ: (بہر دو پیش) فاصلہ میں اختلاف ہے۔ بعض اس کی مسافت چار ہزار گز بتلاتے ہیں اور بعض بقدر ایک میل (۱۷۶۰ گز) چنانچہ نفائس اللغات اوحدالدین بلگرامی میں لفظ "کوس" کے تحت میں ہے:-

بمعنی ثلث فرسخ یعنی یک فرسنگ بعربی آنرا "میل" بکسر گویند و "امیال" بالفتح و "میول" بالضم جمع آں۔ فارسی "گروہ" گویند و نیز سنگے را گویند کہ برائے علامت تمام شدن "گروہ" بر سر راہہا نصب کنند" "س، م"

پرداختہ و اشیاے از قسم کاغذ و زیور و ظروف وغیرہ بخانہ ہیچک از باشندگان
قصبہ ما سائیلون نگذاشتہ تا ہیجدہ یوم قیام ورزیدہ بخاطر جمع تمام از نقود و
عروض اثاث البیوت خانہ روبی کردہ کوچیدہ رفتند بعد بردن رخت او بار آں
مقاہیر نابکار بشہر سوختہ خود ہا داخل شدہ بعد الفراغ تجہیز و تکفین مقتولان
و انقضاے مکانات آتش زدہ بتوقع یافتگی کاغذ وغیرہ اسناد عزیز تر از ہمہ
اثاث البیوت ہر چند تجسس و تلاش نمودیم اصلاً ازاں اثرے و نشانے
نیافتہ محروم و مضطرب ماندند . . . .
. . . . ہر کس بر صحت ایں حال و صدق ایں مقال آگہی و اطلاع داشتہ
باشد حسبۃً للہ مہر و گواہی خود ہا برایں وثیقہ ثبت نمائند"

لوٹ مار اور آتش زدگی ہی سکھوں کے وحشیانہ مظالم کی آخری حد نہ تھی۔ سکھوں کے سرگروہ گرو گوبند سنگھ کے متعلق معاصر مورخ غلام حسین طباطبائی کا بیان ہے کہ:۔

"بر دیہات و آبادی اہل اسلام ہر جا دست او می رسید تاختہ از سکنہ آنجا ہر کرا می یافت
القانہ می کرد ہر چند اطفال صغیر السن باشند"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"حتی کہ زن ہائے حاملہ را شکم دریدہ و جنین را بیروں کشیدہ می کشتند" (سیر المتاخرین ص ۴۰۲)

وحشت و بربریت کی کتنی لرزہ خیز اور ہولناک داستان ہے! کون کہہ سکتا ہے کہ دیوبند میں یہ واقعات پیش نہ آئے ہوں گے۔ خیال ہوتا ہے کہ تحریر درخواست کے وقت حیا اور عزت و ناموس کے خیال نے مہر سکوت لگا دی ہوگی اور بادل ناخواستہ صرف بیان کردہ واقعات ہی پر اکتفا کر لیا گیا! دیوبند کی تاریخ کا یہ وہ قیامت خیز سانحہ ہے جس نے ڈیڑھ سو سال کی شمع علم کو ایسا بجھایا کہ آج اس کے آثار و نقوش بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتے!

ژ